لطیفہ۱۹

در بیان معانی ابیات متفرقہ جو مجملات متصوفہ
کے متعلق مختلف فضلاً سے صادر ہوئے

قال الاشرف:

اسرار المشائخ دُرَرٌ والفاظ الشعراءِ اصدافها.

ترجمہ:۔حضرت اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ مشائخ کے اسرار موتیوں کے مثل ہیں اور شعراء کے اشعار اُن موتیوں کی سیپیاں ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بعض شعراء متقدمین کے اشعار اور فضلائے کاملین کے کلمات اگرچہ شعراء کی اصطلاحی زبان میں ہوتے ہیں لیکن جب تصوف کے مطابق اور معرفت کے موافق ان کا جائزہ لیا جاتا ہے تو وہ اشکال سے خالی نہیں ہوتے البتہ توحید ومعرفت میں بہت سے اشعار ایسے بھی ہیں کہ ان کے معانی کے لئے کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہوتی، جیسے مولانا جلال الدین رومی کی اکثر غزلیں اور مولانا محمد شیرین المعروف بہ مغربی اور حضرت شیخ اوحدالدین کرمانی اور ان جیسے دوسرے حضرات کا کلام ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت خواجہ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کو قطب الاولیاء سلطان ابوسعید ابوالخیر (قدس اللہ سرہٗ) کی اس رباعی کے معنی جاننے کا بہت شوق تھا اور وہ اکثر اس کوشش میں مصروف رہتے تھے۔اگرچہ اسیّ رباعیاں حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیر نے کہی ہیں جو تمام صوفیہ کی مشکلات کے حل میں ہیں اور وہ قضائ حاجات کے لئے انہیں مسلسل پڑھتے تھے اور مہمات حل ہوجاتی تھیں لیکن اُن میں سے یہ ایک رباعی بہت مشہور ہے:۔

رباعی

حوراں بہ نظارۂ نگارم صف زد — رضوان زتعجب کف خود برکف زد
یک حال سیہ برآن خان مطرف زد — ابدال زبیم چنگ برمصحف زد

حضرت خواجہ باوجودیکہ حضرت (ابو سعید ابوالخیر) کی روحِ مبارکہ سے مستفید تھے لیکن دنیاوی مشغولیتوں اور یہاں کی مصروفیتوں کے باعث اور رباعی کے معنی کا ادراک،انکشاف اُن کو صحیح طور پر نہیں ہوتا تھا۔اسی زمانے میں امیر الامراء امیر ناصر الدین تبریزی زاد توفیقہ لاعانت العباد نے بعض اکابر زمانہ اور مشائخ عصر سے اس رباعی کے معانی کی تحقیق کی خواہش کا اظہار کیا اور اورمجھ سے یہ فرمائش کی اور امیر الامراء کے بعض احباب اور

http://Ashrafi.org

وابستگان نے اس رباعی کے معانی بیان کئے، ہر چند کہ ان حضرات کی تصریح وتشریح بھی حقائق ودقائق کے انکشاف سے خالی نہیں تھی، لیکن ان تصریحات وتوضیحات سے اس فقیر کی تشنگی دور نہیں ہوئی اس لئے کہ ان حضرات نے جو معانی بیان کئے تھے ان میں اور اس رباعی کے بیمار پر پڑھ کر دم کرنے میں کوئی مناسبت نہیں پائی جاتی تھی اگر چہ بذات خود اس رباعی کے معانی میں اس سلسلہ میں پوری پوری استعانت موجود ہے (کہ وہ بیمار کو شفا بخشتے ہیں) میں اسی فکر میں تھا کہ فیاض حقیقی نے اس فقیر کے دل میں رباعی کے اصل معانی کا القا فرمایا بمصداق **من ادام قرع بـاب لاشک ان یفتح** (جو شخص دروازہ پیٹتا رہتا ہے یقیناً اس کے لئے دروازہ کھولا جائے گا۔) اس سے میری طبیعت کو سکون حاصل ہوا۔ لہٰذا میں اس رباعی کے معانی بیان کرتا ہوں لیکن اس سے قبل یعنی رباعی کی شرح سے پہلے اس مقدمہ سے استفادہ ناگزیر ہے، (بطور مقدمہ ان باتوں کا سمجھنا ضروری ہے) حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ارواحِ انسانی کو پیدا فرمایا ہے تاکہ وہ مشاہدہ جمال اور معائنہ جلال کر سکے جیسا کہ اس حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے: **فاحببت ان اُعرفُ** (پس میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں) اس ارشاد میں اشارہ اس بات کی طرف موجود ہے کہ چونکہ ارواح مشاہدۂ جمال میں مصروف تھیں اور معائنہ جمال کے آب زلال سے سیراب ہو رہی تھیں لہٰذا اُن کو اس جمال سے ایک نسبت ومحبت حاصل ہوگئی اور جب اللہ تعالیٰ نے ان تمام ارواح کو بمقتضائے مشیت عالم اشباح میں پہنچایا تو اس وقت عذار مقصود اور رخسارۂ وجود حقیقی پر ایک حجاب پڑ گیا، ہر چند کہ ان ارواح مصورہ نے چاہا کہ وہ اپنی حالت سابقہ پر لوٹ جائیں (تاکہ پھر اسی طرح مشاہدۂ جمال میں مصروف ہو جائیں) اور مواصلت واثق کی طرف پھر لوٹیں لیکن یہ ممکن نہ ہو سکا۔

شعر

ہر کرا در راہ غربت پائے در گل ماندہ اند
آن مگر در خواب بیند باز یار خویش را

ترجمہ:۔ جو لوگ مسافرت میں تھک کر بیٹھ گئے ہیں وہ اب خواب ہی میں اپنے دوست کا دیدار کر سکیں گے منزل دوست تک تو پہونچنا مشکل ہے۔

جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس حالت میں اگر چہ اشتیاق جمال حد سے فزوں ہو جاتا ہے لیکن تعلقات بدنی کے باعث رفتہ رفتہ ارواحِ اجسام سے مانوس ہوئیں اور اس درجہ پر پہونچ گئیں کہ ابنائے آدم علیہ السلام مشاہدۂ جمال سے محروم ومحجوب ہو گئے اور مشاہدہ کی لذت کو فراموش کر بیٹھے۔

بیت

شدہ باشاہد حرمان درآغوش
شراب وصل را کردہ فراموش

ترجمہ:۔ بے بہرہ محبوب سے ہم آغوش ہوا اور شرابِ وصل کو فراموش کر دیا۔

http://Ashrafi.org

اور یہ فراموشی اس حدتک بڑھی کہ ہر چند کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام نے کوشش کی اور ان ابنائے آدم کو اس حالت (مشاہدہ جمال) کی یاد دہانی کرائی لیکن ان کو (وہ دور مواصلت اور وہ حالت) یاد نہ آئی جیسا کہ اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ	تحقیق کہ جو لوگ منکر ہوئے، برابر ہے ان کے
ءَ اَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ	لئے کہ تم ان کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان
لَایُؤْمِنُوْنَ ۝ [1]	نہیں لائیں گے۔

اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ:۔

بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ ۝ [2]۔۔۔ بدلہ ان کے جھوٹ کا

اسی مخلوق میں ایک دوسرا گروہ ایسا تھا جس نے اگر چہ اس مواصلت اور مشاہدۂ جمال کو فراموش کر دیا تھا لیکن جب انبیاء (علیہم السلام) اور اولیاء نے ان کو یاد دلایا تو ان میں سے اس نورانیت کے باعث جو ان میں موجود تھی، مشاہدہ جمال کا اشتیاق عظیم پیدا ہوا اور وہ ظلمتِ کفر سے نکل آئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا انہوں نے (اس دور مواصلت کو فراموش ہی نہیں کیا ہے) یہ وہی حضرات ہیں جن کے دلوں میں آتشِ محبت موجود تھی اور اس آگ کا فرد کرنا (بجھانا) اس مشاہدہ جمال کی یاد کے بغیر ممکن نہ تھا۔

قطعہ

مسلمانان! مسلماناں! مراترکیست یغمائی	کہ اوصفہائ شیرانرابدرانہ بہ تنہائی
بہ پیش خلق نامش عشق، پیش من بلائ جان	بلائ محنت شیرین جزبا اونیا سائی
دہان عشق می خندد دوچشم عشق می گریند	کہ حلواسخت شیرین است ناپیداست حلوائی

ترجمہ:۔اے مسلمانو! اے مسلمانو! میرا محبوب ایسا ترک یغمائی (لوٹنے والا ترک) ہے کہ وہ اکیلا ہی شیروں کی صفوں کو درہم برہم کر دیتا ہے۔ اسکا نام دنیا والوں نے عشق رکھا ہے وہ اس کو عشق کہتے ہیں اور میں اس کو بلائے جاں کہتا ہوں اگر چہ وہ بلا ہے لیکن ایسی گوارا اور پسندیدہ بلا ہے کہ تجھے اس کے بغیر آرام نہیں مل سکتا۔ دہن عشق تو اس لئے مسرور وخنداں ہے یہ حلوا بہت ہی شیریں ہے لیکن چشم عشق اس لئے گریاں ہے کہ اس حلوے کا بنانے والا نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ پردے میں ہے۔

یہ وہی حضرات ہیں کہ ان میں سے جب کسی کو کوئی مصیبت پیش آتی ہے یا تکلیف پہونچتی ہے اور اس حال میں کوئی ان کو موت کی یاد دلاتا ہے تو اس وقت ان کو نہایت حظ حاصل ہوتا ہے کہ اب مقصود حاصل ہوجائے گا۔ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ بعد کمال بھی اس مشاہدۂ جمال کا حصول بغیر موت کے

---

[1] پ۱ سورہ بقرہ ۶ [2] پ۱ سورہ بقرہ ۱۰

http://Ashrafi.org

ناممکن ہے۔پس اسی مسرت ونشاط کے اثر سے اُن کا بدن ہلکا ہوجاتا ہے کیونکہ مسرت وشادمانی کا خاصہ ہے کہ جب بیماری میں ایسی کیفیت مسرت طاری ہوتی ہے تو مواد تحلیل ہوجاتا ہے۔اور بیماری اسی مواد کے باعث پیدا ہوتی ہے۔اطبائے زمانہ کا یہ متفقہ فیصلہ ہے لہٰذا یہاں اسی قدر بیان کردینا کافی ہے اس سے زیادہ تصریح (مواد کا تحلیل ہونا) علم طلب کے ذریعہ معلوم کیجا سکتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ دوستوں کی عیادت بیمار دوستوں کی صحت کا موجب ہوتی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے ''**لقاء الخلیل شفاء العلیل**،،(دوست کا دیدار بیمار کی شفا کا باعث ہوتا ہے جوایک طرح سے اس دواخانے کا شربت بھی ہے اورلذت مشاہدہ کا حقیقی حصول اس عالم فانی سے منتقل ہونے کے بعد ہی ممکن ہے،حضور سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اس طرح بشارت دی ہے کہ:۔

من بشرنی بخروج الصفر بشّرته	جوکوئی ماہ صفر کے گزرنے کی بشارت دے تو میں
بدخول الجنة.	اسکو جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری دوں۔

آپؐ کا یہ ارشاد اس بناء پر تھا کہ آپ کو اگاہ کردیا گیا تھا کہ آپ ماہ ربیع الاول میں اس لالہ زار فانی سے گلزار سبحانی کی طرف تشریف لے جائیں گے اورگل وصال حقیقی کی خوشبو سے مشام جاں کو معطر فرمائیں گے پس یہ امر مسلمہ ہے کہ مرنے کا ذکر ایک طائفہ کے لئے صحت یابی کا موجب ہے جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے۔

یہ فقیر (جہانگیر اشرف) کہتا ہے کہ اس رباعی کو بیمار کے سرہانے پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس رباعی میں ضرور کوئی ایسی چیز ہے جو اہل محبت کے لئے سرور وشادمانی کا باعث ہے اور وہ چیز حق تعالیٰ کی طرف سے راجع ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ اِرْجِعِیْٓ	اے نفس مطمئنہ !اپنے رب کی طرف لوٹ جا،اس
اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۝[1]	حال میں کہ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے رضامند ہے

اب رباعی کے مطلب ومعنی اور مدعا کی طرف متوجہ ہوں کہ حورائے سے مراد ''حوروغلمان،، ہیں کہ جو بیمار کے مرتے وقت اس کی بالبن پر اسکو نظر آتے ہیں جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے اور نگار سے مراد وہ روح انسانی ہے جس کو مقام محبوبی حاصل ہے۔

یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ[2]	وہ اس کو چاہتے ہیں اور وہ ان کو چاہتا ہے۔

اور ارواح انسانی سے مراد عقل کا رضوان ہے جو دل کا دربان، خزانۂ قلب کا نگہبان اور بہشت دل کا باغبان ہے۔ اخبار صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جنت کا اطلاق دل پر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سلطان العارفین (حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے ''اگر عرش اور صدہزار عرش کے برابر کچھ اور عارف کے دل میں گذریں تب بھی عارف کے دل کو خبر نہ ہو،، اس کا تعجب کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روح حالت ترع

---

[1] پ ۳۰ سورہ فجر آیت آخر [2] سورہ مائدہ ۵۴

http://Ashrafi.org

میں اس چیز سے مطلع ہے جس کی استعداد اس کے اندر رکھی گئی ہے (یعنی فقر حقیقی) خال سیاہ سے مراد وہ ذلت وخواری وانکسار ہے جو مرتے وقت مرنے والے میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس خال سیاہ سے مراد وہ فقر حقیقی ہے جو روح کو عین مشاہدہ میں حاصل ہوتا ہے اور اس رباعی میں یہ معنی یعنی فقر حقیقی سے مراد لینا مستبعد نہیں ہے ابدال سے مراد قوائے نفسانی ہیں کہ تبدل وتغیر ماہیت انسانی کے لوازم ہیں اور مصحف سے مراد حقیقت انسانی ہے جو ایک نسخۂ جامعہ اور ایک مظہرِ کلّی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ۔[1] — عنقریب ہم اُن کو اپنی نشانیاں دکھائینگے دنیا بھر میں اور جو خود ان کے نفوس میں ہیں۔

چنانچہ صاحب مرصاد العباد (شیخ نجم الدین رازی المعروف بہ دایہ) کہتے ہیں:۔

قطعہ

ای نسخۂ نامۂ الٰہی کہ توئی — دای آئینۂ جمال شاہی کہ توئی
بیرون زتو نیست ہر چہ درعالم ہست — درخود بطلب ہرآنچہ خواہی کہ توئی

ترجمہ:۔اے انسان! تو نسخۂ نامۂ الٰہی ہے یعنی نامۂ الٰہی کا متن ہے اور اس بادشاہ حقیقی کے جمال کا آئینہ تیری ہی ذات ہے۔ دُنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ تیری دسترس سے باہر نہیں ہے، جو کچھ تو چاہتا ہے وہ اپنی ذات کے اندر ہی طلب کر۔

''چنگ زدن،، سے مراد اُن نفوس کی آویزش روح اور زبان سے ہے تا کہ انکو اپنے مرتبہ میں انحطاط سے آگاہی ہو سکے۔ اور روح کا علو مرتبت یہی ہے جو اس تقریر سے تحقیق کو پہنچا، اس اعتبار سے رباعی کے معنی سرور انگیز اور نشاط افزا ہیں جس کو سنکر بیمار کو شادی اور فرحت حاصل ہوتی ہے۔

بیت

از پئ این عشق وعشرت ساختن
صد ہزاران جان بباید باختن

ترجمہ: اس عشق وسرور کے پیدا کرنے کیلئے لاکھوں جانیں بھی قربان کر دینی چاہئیں۔

چونکہ سنتّ الٰہی اور تقدیر نامتناہی میں یہ مقرر ہے کہ روح کو اس عالم (فانی) میں کچھ مدت کے لئے اسکی تکمیل کے لئے بھیجدیا جاتا ہے اور اس کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ خود کو اس قفس سے چھٹکارا دلا سکے (پس موت اس کام کو انجام دیتی ہے) اس تحقیق (معانی) کے بعد اگر کوئی شخص اس رباعی کو ایسے بیمار کے سامنے پڑھے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو اور وہ اس رباعی کے معانی سے حالت رجوع یا اس قفس عنصری سے نجات کو سمجھے

[1] پ ۲۵ سورہ حٰمٓ سجدہ ۵۳

http://Ashrafi.org

تو ضرور اس میں سرور ونشاط کی کیفیت پیدا ہوگی اور عوام کو بھی ان کی نفع اندورنی سے صحت حاصل ہوگی بجاہ النبی وآلہ الامجاد

شعر

ای مشکل حل وحل مشکل

زان سوئ ازل بہ ہشت منزل

مندرجہ بالا شعر بھی کسی بزرگ سے منسوب ہے اور اس سلسلہ میں خلاصۂ سخن یہ ہے کہ یہ ''مشکل حل،، زبان وبیان حمد ہے یعنی اے وہ ذات عظیم کہ تمام ملائکہ وانبیاء ومرسلین کی زبانیں اور تمام کتب منزلہ کی عبارتیں مشکل دینی کے حل کا ذریعہ اور تمام دینوی معاملات کے اظہار کا واسطہ ہیں، تیری ذات بلند وبالا کے اسرار کے حقیقت کی تشریح سے قاصر ہیں اور تمام افہام عقول تیری تقدیس کی حقیقت کی معرفت سے عاجز ہیں۔ اس کے بعد حل مشکل کہا گیا ہے وہ ضرورت شعری کی بناء پر مفعول کو ذکر کرے فاعل مراد لیا گیا ہے یعنی مشکلات کو حل کرنے والا شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے علیم ودانا! تمام مخلوقات کی اشکال اور تمام موجودات کے اسرار تیرے علم میں آفتاب کی طرح ہویدا ہیں اور دلوں کے تمام بھید تیری بصیرت کے حضور میں روشن ونمایاں ہیں اور وافقان اسرار کی گتھیاں اور تمام ناواقفوں اور نادانوں کی زبان سے نکلنے والے الفاظ جن کے فہم سے وہ قاصر ہیں تیرے تعلم کی عنایت اور تیرے تصرف کی ہدایت سے اُن کیلئے سہل وآسان بن گئے ہیں۔

(یہ تھا مصرعۂ اوّل کا مفہوم اب دوسرا مصرعہ لیجئے) ''یعنی زان سوئ ازل بہ ہشت منزل،، معلوم ہونا چاہیئے کہ ازل اور ہے ازل ازل اور ہے صرف ازل سے وہ زمانہ مراد ہے جو عدم کی اضافت ہے اور یہ عالم ارواح کا مبداء ہے۔ پس افراد عالم میں سے ہر فرد کا جود مرتبۂ ارواح میں ازلی ہے اور ازل کی ازلیت وجود مطلق کی بقا کے امتداد سے مراد ہے۔ اور وہ زمانہ سے مسبوق نہیں ہے۔ اگر اس کو زمانہ سے مسبوق مان لیا جائے تو اس کا آغاز عدم سے ہوگا۔ جب بطور مقدمہ ان تصریحات سے آگاہی حاصل ہوگئی تو اب شعر کے مطلب کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ جب فیض وجود کا آفتاب جو ہویت غیب کے مطلع فیض سے طلوع ہوکر عالم جسمانی کے افق انتہاء پر پہنچتا ہے۔ (فیض وجود جب پیکر انسانی میں جلوہ گر ہوتا ہے) تو اس آفتاب وجود کا گزر آٹھ جبروتی اور ملکوتی منزلوں سے ہوتا ہے۔

پہلی منزل

مرتبہ حیّ ہے۔ اس منزل میں نزول صفت ''حیّ،، کے فیض سے ہوتا ہے۔ اس مرتبہ میں اس فیض کو سبب وجود اور سرِّ روحانی بھی کہا جاتا ہے۔

دوسری منزل

اس منزل سے وہ منزل علم کی طرف نزول کرتا ہے جہاں پہنچکر وہ صفت علیمی سے مستفید ہوتا ہے اس مرتبہ میں اس کو معلوم کہا جاتا ہے۔

تیسری منزل

اس (دوسری) منزل سے وہ (تیسری) منزل، منزل ارادت میں نزول کرتا ہے۔ وہاں مُرید کے رنگ

http://Ashrafi.org

میں سے اس کا ظہور ہوتا ہے اور اس مرتبہ میں اسکو مراد کہتے ہیں۔

چوتھی منزل

یہاں سے وہ منزل قدرت میں نزول کرتا ہے اور یہاں آثار قدیری سے کچھ اثر قبول کر لیتا ہے۔ اس مرتبہ میں اسکو مقدر کہتے ہیں۔

پانچویں منزل

پھر یہاں سے یعنی (چوتھی) منزل سے وہ منزل سمیعی میں نزول کرتا ہے اور عالمِ سمیعی کی ایک حقیقت سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ اس مرتبہ میں اسکو مسموع کہتے ہیں۔

چھٹی منزل

مرتبہ مسموع سے وہ منزل بصیری میں نزول کرتا ہے اس منزل میں سعادت بینائی اسکی صفت بن جاتی ہے۔ اس مرتبہ میں اسکو ملحوظ سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ساتویں منزل

اس منزل سے وہ منزل کلامی میں نزول کرتا ہے اور اس مرتبہ میں حضرت احدیت کے احکام کے تصرفات کے لئے کلام روحانی کو قبول کرنے کی استعداد اس میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اس مرتبہ میں اسکو کلیم سے موسوم کیا جاتا ہے اور یہاں پہنچکر افرادِ وجود کا ہر فرد کلمہ از کلمات اللہ سے موسوم ہو جاتا ہے۔

(**کلمة من کلمات الله**) جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا گیا ہے:۔

وَ كَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ[۱] اور اس کا کلمہ ہے جسکو مریم کی طرف پہنچایا گیا۔

یہ بھی مراتب وجود سے ایک مرتبہ ہے ان اسماء کو ''آئمہ سبعہ،، کہتے ہیں اور مفاتیح غیب بھی انکو کہا جاتا ہے۔

آٹھویں منزل

اس کے بعد آٹھویں منزل میں اس کا نزول ہوتا ہے جو عالمِ ارواح ہے۔ اسکو عالم ملکوت بھی کہتے ہیں۔ اس عالم میں پہنچکر غیب سے ان صفات کے تکملہ کہ صفات پیدا کی جاتی ہیں۔ یہاں سے وہ منزل شہادت میں نزول کرتا ہے اور عالم حسی میں وجود خارجی کا ظہور ہوتا ہے۔ نصف دائرہ وجود اس کے ظہور سے (تمام) پورا ہو جاتا ہے۔ اب معلوم ہو گیا کہ عالمِ ارواح ہی عالم ملکوت ہے۔ اب ازل کو سمجھنا چاہیئے ازل وجود افراد و اعیان کا عالم معاد ہے اور عالم حسی کے افراد کا ہر فرد اس عالم حقیقی میں ہے جو اُن موجودات کے لئے ازل ہے اور یہ ازل ازل کا عکس ہے (جسکی تعریف پہلے کی جا چکی ہے) وہ ازل ازل امتداد بقائے ہویت ہے۔ پس شاعر نے جو کہا ہے ''زان سوئے ازل بہ ہشت منزل،، وہ بالکل بجا اور درست کہا ہے کہ فیض وجود ہویت غیب کے فیض وجود (جعل بسیط) سے مراتب و منازلِ جبروتی کی ساتوں منزلوں سے گذر کر منزل ملکوت تک پہنچا ہے جو اعیان مقیدہ کا ازل ہے۔ پس حضرت ہویت جو مطلوب حقیقی ہے درائے منزل ہشتم میں تھا۔'' یہ معانی میں نے حضرت خواجہ قدس اللہ سرہٗ سے سماعت کئے ہیں۔،،

شعر

زدریائے شہادت چون نہنگ لا برآرد ہو
تیم فرض گردد نوح را درعین طوفانش

---

[۱] پ۶ سورہ نساء ۱۷۱

ترجمہ:۔دریائے شہادت سے جب لا کے غوطہ خور نے ہو کا نعرہ لگایا تو عین طوفان میں نوح پر تیمّم فرض ہو گیا۔

لطائف اشرفی کا جامع (یعنی حاجی نظام غریب یمنی) حضرت والا صیف خان کی خدمت میں حاضر تھا کہ کچھ فضلائے زمانہ جو مشرب صوفیہ سے آگاہی رکھتے تھے، اس شعر کی شرح بیان کر رہے تھے، اور دُردِ معانی کو رشتۂ بیان میں پرو رہے تھے تو اثنائے بحث میں حضرت صیف خان نے اس خادم کی طرف توجہ کی اور ارشاد کیا کہ حضرت خواجہ امیر خسروؒ سے منسوب اس شعر کی شرح جو حضرت قدوۃ الکبراؒ نے کی تھی بیان کرو۔ ہر چند کہ اس خادم نے انکسار کا اظہار کیا اور فاضلوں کے زمرے سے خود کو باہر رکھا لیکن انہوں نے اصرار کیا کہ میں اس شعر کی شرح میں ضرور کچھ نہ کچھ کہوں، چنانچہ اسکی شرح میں جو کچھ میں نے اپنے مرشد والا (حضرت قدوۃ الکبرا) سے سنا تھا اس طرح بیان کیا کہ:۔

دریائے شہادت سے مراد اَشْھَدُاَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔ جب طالبِ صادق اور ذاکر حق کلمۂ نفی واثبات کی تکرار سداومت کے ساتھ کرتا ہے اور اس کے معانی میں غور وفکر کرتا ہے تو ہر طرف سے انوار الٰہی اور اسرار نامتناہی اس پر منکشف ہوتے ہیں۔ اس وقت نفی (لا) کی طرف سے اسکی نظر ماسوائے ذات سے پاک ہو جاتی ہے اور کثرت کے آثار اس کی نگاہوں سے مخفی ہو جاتے ہیں اور اثبات (اِلَّا اللّٰہ) کی جانب سے صفاتِ ذات وارادتِ کمالات اسکی چشم شہود میں جلوہ گر ہو جاتے ہیں۔ اس عین عالم حصول میں اچانک نہنگ لا (نفی) جس سے ہمیشہ عجیب وغریب فوائد حاصل ہوتے ہیں تجلی ذات کا گوہر جو اس کو صدفِ ہُو سے حاصل ہوا ہے سالک کے ہاتھ میں دے دیتا ہے اور فنائے ذات کا موتی اس کے دامن حال میں ڈال دیتا ہے۔ پس اس وقت نوح جس سے سالک مراد ہے کو چاہیئے کہ فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا[1] پ۵ سورہ نسآء ۴۳ (پس تم مٹی سے تیمّم کرو) کے اقتضاء کے بموجب اس خاک کا عزم کرے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ خَلَقَکُمْ مِّنْ تُرَابٍ[2] پ۲۱ سورہ روم ۲۰ (تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے) یعنی اپنے اصل منشا اور حقیقی مبنا جو اس کا عین ثابتہ ہے کہ طرف رجوع کرے اس طرح وہ فناء الفنا کی منزل میں پہنچ کر تیمّم حاصل کرے گا اور (طوفان شعوری سے نکل کر) گرداب بے شعوری سے واصل ہو جائے گا۔

بیت

بدر یائ وصالت ہرکہ سیاح	ہر وہ شخص جو تیرے دریائے وصال کی تسبیح پڑھنے
بصحرائ کمالت ہرکہ سیاح	والا ہے اور ہر وہ شخص جو تیرے صحرائے کمال کا
بود بہتر کہ اوغواص باشد	سیاح ہے اس کیلئے بہتر ہے کہ وہ غواص بنے
برون ازعام واندر خاص باشد	باہر سے وہ عام ہو اور اندر خاص ہو۔
زند دربحروجدان غوطہ یکبار	وجدان کے سمندر میں جو ایک مرتبہ غوطہ لگائے گا

---

[1] پ ۵ سورہ نسآء ۴۳ [2] سورہ روم ۲۰

http://Ashrafi.org

برآرد ازتکش لولوئ شہوار — تواسکی تہہ سے انتہائی قیمتی موتی نکالے گا۔
دگر دربحرشد ازغوطہ آگاہ — دوسرے وہ جوسمندرکی غوطہ خوری سے صرف آگاہ
نخوانم بہراد غواص جانگاہ — ہے۔ ہم اسکو جانکاہ غوطہ خورنہیں کہہ سکتے۔
بباید علم غوطہ دور کردن — غوطہ خوری کاعلم دور کرنا چاہیئے۔اپنے دل
زخاطر خویش رامہجور کردن — کواس سے مہجور کرنا چاہیئے

بعض اصحاب معرفت نے تیمّم سے مرادنزدل کی طرف رجوع کرنے سے لی ہے یعنی فناءالفناء کے بامِ عروج سے نزول کرے۔اس بناء پر کہ سالک کے لئے ترقی کے بعدنزدل واجب ہے تاکہ اس منزل کے بعدوہ اصحابِ سلوک اوراحبابِ فقرکی رہنمائی اور ہدایت کرسکے کہ صاحبان معرفت نے اس منزل پرپہونچکر سالکان طریقت کی ہدایت ورہنمائی کی ہے نہ وہ کہ جوفناءالفنامیں ہمیشہ غوطہ زن رہتے ہیں چنانچہ بعض مجذوبان روزگارومحبوبان کردگارجنہوں نے صعود کے بعدنزدل نہیں کیاوہ اس گرداب (بےشعوری) میں پھنسے رہے ہیں اوران سے سالکان طریقت کی تربیت نہیں ہوسکی ہے۔

ابیات

بہمت ہر کہ سردرآب افگند — برآرد گوہر ازدریائ فرخند
دراینان ہرکہ تردرتگ نہادہ — بماند درکفش درکم فتادہ

ترجمہ:۔جوکوئی ہمت سے کام لےکرپانی میں غوطہ لگاتا ہے وہ دریائے معرفت سے موتی نکال لاتا ہےاور جوکوئی دریایاسمندرکی تہہ تک جاتا ہےاوررو ہیں ٹھہرجاتا ہےتوبہت کم موتی اس کے ہاتھ میں آتے ہیں۔

بیت

اگر درعقل گنجیدی جماش
ورق بردست نامحرم نہ دادی

ناظران جمال معانی شاہدان خیال نکتہ دانی (عارفان الٰہی) سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ عقل سے مرادملائکہ ہیں جن کوعقول کہا جاتا ہےاوران عقول میں عقل اول حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں اور چونکہ ملائکہ میں اسرارِالٰہی کے مظہر ہونے کی استعداداورصلاحیت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کےاس ارشادسے:۔

اِنَّاعَرَضْنَاالْاَمَانَۃَ عَلیَ — بیشک ہم نے امانت پیش فرمائی
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الآیہ [1] — آسمانوں اور زمین۔۔۔۔

یہ بات ظاہر ہے کہ امانت کوملائکہ کے سامنے پیش کیا گیامگرصرف انسان نے اس بارگراں اوراسرارجاں فگار کے آسمان کوسر پر اٹھالیا۔جیسا کہ مجذوب شیرازی (حافظ شیرازی) نے کہاہے:

شعر

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ بنام من دیوانہ زدند

---

[1] اپ۲۲ سورہ احزاب ۷۲

http://Ashrafi.org

ترجمہ:۔آسمان جب اس بارامانت کو نہ اٹھاسکا تو پھر قرعۂ فال مجھ دیوانے کے نام ڈالا گیا۔یعنی انسان کے حوالے کر دیا۔

ہر چند کہ ملائکہ ایک پل کے لئے بھی اس کی عبادت سے غافل نہیں ہیں لیکن ان میں عشق ومحبت کا ذرا بھی نشان اوراثر موجود نہیں ہے یہاں تک کہ وہ لفظ ''ودود،، کے معنی سے بھی آشنا نہیں ہیں۔''ورق،،اس اسرارامانت کو کہا گیا ہے جس سے وہ مشرف ہیں اورانسان کو نامحرم اس لئے کہا گیا ہے کہ ملائکہ باعتبار قربت زمان ومکان کے اقرب موجودات ہیں برخلاف انسان کے کہ وہ مخلوقات میں سب سے زیادہ دوراورانزل موجودات ہے وصول بدنی کے اعتبار سے شریعت میں بھی اسے نامحرم کہا گیا ہے۔مدعا یہ ہے کہ اگر ملائکہ شرفِ جمالِ الٰہی کے لائق اورکمال نامتناہی کے ادراک کے قابل ہوتے تو انسان ہرگز اس دولت عشق سے واصل نہ ہوتا اوراسکو یہ شکوہ وخوبی میسر نہ ہوتی جبکہ اسکو یہ حاصل ہے۔

بعض کاملین اورافاضل صوفیہ کا یہ خیال ہے کہ نامحرم سے مراد ملائکہ ہیں اس لئے کہ اگر ملائکہ اسرارالٰہی کے مدرک اورعبادت خامۂ الٰہی کے ماہر بن جاتے اوراس کے محرم ہوتے تو اوراق اسرارِ رسالت (منصب نبوت) ونامۂ آثار ولایت جن میں حقائق اور معارفِ الٰہی مندرج ہیں،انسان کو نہ دیئے جاتے جس طرح ظاہری محبت کی دنیا میں اوردوستی کے معاملہ میں ہوتا ہے کہ نامۂ محبوب اُمّی کے حوالے کیا جاتا ہے قاری کے ہاتھ میں نہیں دیا جاتا۔

شعر

ازان مادر کہ من زادم دگر بارہ شدم جفتش

ازانم گبرمی خوانند کہ بامادر زنا کردم

یہ شعر حضرت مولانا رومی قدس اللہ سرہٗ سے منسوب ہے اوراُن کے نادراشعار میں شمار ہوتا ہے۔اب اس شعر کے معانی سمجھو۔

مادر سے مردا اس کا اپنا ''عین ثابتہ،، ہے جو محل تکثیر اسماء وصفات اور تفصیل صور موجودات کے تصور کا نام ہے۔ اگرچہ معنیٰ لفظ ''اُم،، سے یہ معلوم ومتبادر ہوتا ہے کہ اس سے مراد حقیقتِ محمدی ہے اسلئے کہ تمام اسمائے کوفی واسمائے الٰہی اورموجودات نامتناہی کی اصل صدورآپ ہی کی ذات اقدس سے لیکن ''دگر بارہ شدم جفتش،، سے یہ معنی مراد لینے کا کوئی قرینہ موجودنہیں ہے پس اس اعتبار سے یہ معنی ہوں گے کہ راہِ الٰہی کے سالکوں کے وصول کا منتہائے کمال اور بارگاہ الٰہی کے خلوت نشینوں کے وصول کی نہایت خود اُن کا ''عین ثابتہ،،ہے۔ پس یہی موزوں اور مناسب ہے کہ مادر سے مرادسالک کا عین ثابتہ لیا جائے اور گبروترسا سے اصطلاحی معنی ارباب تصوف نے ظہورحقائق ومعارف مراد لئے ہیں اور اپنی حقیقت سے مطلع ہونا سوائے اس کے اور کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ ''عین ثابتہ،، کاوصول ہوجائے یعنی وصول عین ثابتہ دوسرے مراتب میں مقید ہونا ممکن نہیں ہے اسلئے کہ جب سالک چست وچالاک اور تیز رفتار سیر کنندہ اپنے عین ثابتہ پر پہونچ جاتا ہے توازل سے ابدتک کے احوال ساریہ اور حالاتِ جاویہ سے آگاہ ہوجاتا ہے۔ زنا بمادرکردن سے مراد عین ثابتۂ

http://Ashrafi.org

روح کا وصول ہے۔لُغت میں زنا کے معنی ''برفتن،، یعنی چڑھنا ہیں جس سے مراد سالک کا عروج ہے کہ وہ ترقی کرتے اور چڑھتے چڑھتے اپنے عین ثابتہ تک پہنچ جاتا ہے کہ سالک کا عروج اس عین ثابتہ سے اوپر نہیں ہوتا۔اس مسئلہ کی مزید تحقیق گروہِ صوفیہ کے علم پر موقوف ہے۔

شعر

چند انکہ آرزدئ تودرسینہ جائ کرد
واللہ کہ آرزدی خدائیم محقراست

ترجمہ:۔تیری آرزو نے میرے سینے میں کچھ جگہ بنالی ہے۔خدا کی قسم! میرے خدا کی آرزو بہت تھوڑی ہے مرقومہ بالا شعر حضرت شیخ شرف الدین پانی پتی قدس اللہ سرہٗ سے منسوب ہے جو مجذوبان زمانہ کے پیشوا اور محبوبان بارگاہ الٰہی کے مقتداء تھے۔

واضح ہونا چاہیئے کہ اس شعر میں خطاب حضرت مطلق (خداوند تعالیٰ) اور ذات صرف سے ہے۔جب سالک شطار اور عاشق جانسپار قطع منازل ورفع منازل سلوک کرتا ہوا چاہتا ہے کہ ذاتِ صرف کا وصول اس کو ہمیشہ ہو۔ہر چند کہ سالک کے لئے اس مرتبۂ ذات صرف کا وصول موجب استہلاک ہے اور اس منصب کا حصول انہماک کا سبب ہوتا ہے لیکن اسکی ہمت بلند پرواز چاہتی ہے کہ ہر دم وہ اس ذات کی خواہاں اور ہر لحظہ اس عتبۂ عالیہ کی جویان بنی رہتی ہے۔حافظ شیرازی نے اسی مقام کے لئے کہا ہے:

بیت

دست ازطلب بدارم تاکام من برآید
یاتن رسد بجانان یاجان زتن برآید

ترجمہ:۔جب تک میرا مقصد پورا نہیں ہوتا میں اس طلب سے باز نہیں آؤں گا،اس کوشش میں یا تو میں دوست تک پہنچ جاؤں گا یا جان کا تعلق جسم سے منقطع ہو جائے گا۔

اسم آلہ کا اطلاق حضرتِ واحدیت پر ہوتا ہے بلکہ واحدیت کے نصف دائرے پر کہ تمام اسمائے الٰہی اسی دائرہ میں مندرج ہیں اور وجوب صرف اسی کا وصف خاص ہے (یعنی وہ واجب الوجود ہے) پس عاشقِ جانباز وسالک کے دل میں شوق وصول ذوق حصول اس طرح جاگزیں اور جائے گیر ہے کہ مرتبہ الوہیت تک پہنچ جانا اسکو حقیر معلوم ہوتا ہے جس سے مراد ہے کہ آرزوئے خدائ بھی اس کو ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے۔

بعض اکابر نے اس شعر کے معنی اسطرح بیان کئے ہیں کہ ''کل قیامت میں،،حق تعالیٰ ہر ایک کے سامنے اس کے محبوب کی صورت میں جلوہ گر ہوگا اور تجلی فرمائے گا تا کہ وہ اس محبوب کی صورت میں لذت مشاہدہ سے زیادہ سے زیادہ محظوظ ہو سکے۔

حضرت شیخ شمس الدین معز بلخی فرماتے تھے کہ اگر کل قیامت میں حق تعالیٰ نے میرے مرشد

http://Ashrafi.org

شیخ شرف الدین کی صورت میں تجلی نہیں فرمائی تو میں ہرگز اس تجلی کی طرف التفات نہیں کروں گا۔

بیت

اگر فردانہ بینم صورت دوست

چہ کار آید مرا گر صورت اوست

ترجمہ:۔اگر کل میں دوست کی صورت نہ دیکھ سکا تو اس کی صورت سے مجھے کیا فائدہ؟ کہ اس کی صورت ہے بھی یا نہیں؟

بعض اربابِ تصوف کے یہاں یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ تجلی بغیر صورت کے ممکن نہیں ہے۔عروس معنی کا مشاہدہ بغیر نقاب ظاہری کے نہیں ہوسکتا۔پس ایسی صورت میں شیخ کی صورت سے بڑھکر اور اعلیٰ تر صورت تجلی اور کون سی صورت ہوسکتی ہے جس سے مُرید لذت مشاہدہ حاصل کر سکے۔پس جبکہ طالب صادق اور مرید واثق صورت شیخ کے بارے میں اس درجہ اعتقاد رکھتا ہو تو کیا تعجب اگر وہ یہ کہدے کہ وہ حظ اور وہ لذت جو میں نے اپنے پیرومرشد کے آئینہ صورت سے حاصل کی ہے اس کے مقابل میں وہ حظ اور وہ لذت جو شیخ کے غیر کی صورت میں ہو خواہ وہ بصورت الوہیت ہی کیوں نہ ہو۔میرے نزدیک محقر ہے جو سالک کامل ہے اس کو اس مشاہدہ پر اسطرح یقین ہوگا کہ اس یقین کی بدولت پردۂ حجاب اُٹھ جائے گا۔جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے:۔ **لو کشف الغطآء مَاازدرت یقیناً.** (اگر پردہ اٹھ جائے تب بھی میرا وہ یقین جواب ہے زیادہ نہیں ہوگا)

لیکن ہر بوالہوس ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ایسا کہنا اس کے جنون کے شایان شان نہیں ہے اور نہ ہر تر دامن یہ بات زبان سے نکال سکتا ہے۔

بیت

نہ ہر کس محرم اسرار باشد

نہ ہر دیدار از دیدار باشد

ترجمہ:۔نہ تو ہر ایک محرمِ اسرار ہوتا ہے اور نہ ہر ایک کے دیدار کو اس کا دیدار کہا جاسکتا ہے۔

مرید کو پیرومرشد کے ساتھ ایسی ہی نسبت ہوتی ہے کہ وہ اس قسم کی کوئی بات جو سزادار ہے اور جس صفت سے بھی پیرومرشد کو متصف کرے وہ اولیٰ تر ہے۔

منقول ہے کہ لوگوں نے حضرت شیخ مؤیدالدین جندی سے سوال کیا کہ حضرت شیخ صدرالدین قونیوی حضرت مولوی رومی کی شان میں کیا فرمایا کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ایک روز (حضرت شیخ صدرالدین قونیوی) چند مخلص درویشوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ان حضرات میں حضرت شیخ شمس الدین اُ بکی، شیخ فخرالدین عراقی، شیخ شرف الدین موصلی اور شیخ سعدالدین فرغانی (رحمہم اللہ تعالیٰ) بھی شامل تھے۔اثنائے گفتگو حضرت مولانا رومی کی سیرت وصورت کا ذکر چھڑ گیا اس وقت حضرت شیخ (صدرالدین) نے فرمایا:

http://Ashrafi.org

اگر حضرت بایزید بسطامی اور سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی اس زمانہ میں ہوتے تو اس مردِ مردانہ کا غاشیہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر رکھا کرتے اور اُن کی اس اجازت پر ممنون احسان ہوتے۔

بیت

جنید از جندیان بارگاہش

سری از سرفرازان کلاہش

ترجمہ:۔جنید اس کی بارگاہ کے لشکریوں میں سے ایک ہیں اور سری (سقطی) اسکے کلاہ سرفرازی پانے والوں میں سے ہیں۔

وہ فقر محمدی کے خوان سالار اور لشکر احمدی کے قافلہ سالار ہیں۔ہمیں انہیں کے طفیل سے ذوق حاصل ہوا ہے۔تمام حاضرین نے حضرت صدرالدین کے اس قول پر آفرین کہی۔اس کے بعد شیخ مؤیدالدین جُندی نے فرمایا کہ ''میں بھی اس سلطان طریقت کا نیاز منداور ان کے حاجتمندوں میں سے ہوں۔یہ فرما کر انہوں نے یہ بیت پڑھی

بیت

لو کان فینا للالوھة صورة

ھی انت لااکنی ولااتردّد

ترجمہ:۔اگر ہمارے درمیان خدا کے لئے کوئی صورت ہوتی تو وہ صورت تیری ہی ہوتی، میں یہ کہنے میں نہ کوئی کنایہ کر رہا ہوں اور نہ یہ کہنے میں مجھے تردد ہے۔

شعر

آں شد کہ بارمنت ملاح بردمی

گوہر چودست داد بہ دریا چہ حاجت است

یہ شعر مجذوبان الٰہی کے پیشوا اور محبوبانِ خدا کی منتخب شخصیت خواجہ حافظ شیرازی سے منسوب ہے اور تشریح اس شعر کی یہ ہے:۔

''ملاّح سے مراد عقل ہے جس نے مرتبۂ اول میں سالک کو ساحل صنع سے گزار کر دریائے صانع میں پہونچا دیا ہے جو ہستی مجازی سے نکال کر صحرائے حقیقت میں پھرا رہی ہے، گوہر سے مراد وہ نور جذبہ اور معانی معارف ہیں جنہیں غواص طریقت نے صدف عقل سے حاصل کیا اور جس کا تعلق بحر تجرّد سے ہے۔مدعا یہ ہے کہ جب سالک وطالب ولایت عرفان کی سرحد پر پہنچ گیا اور وجدانِ معانی سے اس کی ضیافت ومہمانی ہونے لگی تو پھر عقل جو مشاطۂ خیالات انگیز اور دلالۂ محالات آمیز تھی طالب ومطلوب کے درمیان سے اپنا بستر اٹھا لیتی ہے۔

شعر

وصال یار چون گشتہ میسر

کنونم حاجت دلالہ نبود

http://Ashrafi.org

ترجمہ:۔اب جبکہ وصال یار میسّر ہو گیا ہے مجھے دلالہ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

دریا سے بحر کثرت مراد ہے کہ خرد کو استدلال سے واسطہ اور عقل کا رابطہ استقبال سے تھا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب سالک کے جذبہ کو نورِ خورشید تک مرتبہ وسلوک حاصل ہو گیا تو پھر چراغِ خرد کے نور کی کیا حاجت رہی ہو دریائے کثرت سے استدلال حاصل کرتا تھا۔

بیت

علم برزد چوخورشید جہاں تاب
چراغی رانماند در جہاں تاب

ترجمہ:۔جب خورشید جہاں تاب اپنا علم بلند کرتا ہے یعنی طلوع ہوتا ہے اس وقت چراغ کی روشنی دنیا میں باقی نہیں رہتی ہے۔

بعض حضرات صوفیہ نے اس شعر میں یعنی (آں شد کہ بار منت ملاح بروی گوہر چو دست داد یدریا چہ حاجت است) ملاّح کے معنی پیرومرشد کے لئے ہیں اور ذہن بھی اسے تسلیم کرتا ہے اور گوہر سے مقصد حقیقی کے معنی مراد لئے ہیں۔ (دوسرے مصرعہ میں) لفظ دریا سے بھی شیخ و مرشد کے معنی مراد لئے ہیں کہ اسی ذات سے ارشاد کے موتی اور استفادہ کے جوہر حاصل ہوتے ہیں لیکن اگر یہ معنی مراد لئے جائیں تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ جس وقت طالب مقصد حقیقی کو حاصل کر لیتا ہے تو پھر وہ پیرومرشد سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ ایسا کہنا اور یہ معنی مراد لینا محققین کے نزدیک درست نہیں ہے اسلئے کہ مرید تو کسی حال میں بھی اور کسی وقت بھی مرشد سے بے نیاز نہیں ہوسکتا، البتہ طرفتہ العین کے لئے ایسا اس وقت ہوتا ہے جب سالک فنا کی منزل پر پہونچ جاتا ہے لیکن یہ بات بھی مشاربِ (تصوف) اور مذاہب (طریقت) کے خلاف ہے جس کسی کو مزید تحقیق کی ضرورت ہو وہ کامل مشرب سے معلوم کر لے، چنانچہ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ''مرید شیخ سے ہرگز بے نیاز نہیں ہوسکتا اسکو جو کچھ دولت وصول ہوتی ہے اور جو کچھ شان وشوکت بہم پہونچتی ہے وہ تمام تر شیخ کی ہمت کی برکت ہی کا نتیجہ ہوتا ہے۔،،

بیت

مملکت عاشقی وکنج طرب
ہوچہ دارم بہ یمن ہمت اوست

ترجمہ:۔عاشق کا ملک اور گوشۂ مسرت میرے پاس جو کچھ بھی ہے سب اسی کا احسان ہے۔

اور مرشد سے بے نیاز ہو بھی کس طرح کہ وہ تو ایک برزخ ہے جو برزخ البرازخ کا پرتو اور مظہر ہے اور سالک کا منتہائے مقصود ہی برزخ البرازخ ہے اور وہی اس کے مدعا کی غایت ہے، جیسا کہ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ جس چیز کو تم خدائی کہتے ہو ہم اسکو محمد کہتے ہیں اور جس کو تم محمد کہتے ہو ہم اسکو خدائی کہتے ہیں۔

بیت

بادوست پیام درنگنجد
خود بود کہ خود پیمبری کرد

http://Ashrafi.org

دوست کے ہاتھ اس نے پیام نہیں بھیجا بلکہ وہ ہی تھا اور اسی نے پیمبری کی۔

بیت

پیر ما گفت خطا در ظلم صنع نرفت
آفرین برنظر پاک وخطا پوشش باد

(اس بیت کے معنی یہ ہیں) کہ ابتدائے حال میں سالک کی نظر خیر وشر کے مظہر پر ہوتی ہے تو وہ اس خیر وشر کو اہلِ خیر وشر سے منسوب کرتا ہے لیکن جب سالک اس مرتبہ سے ترقی کر جاتا ہے اور اس کی بصیرت نورِ عرفان سے اور بصارت وجدان کے سرمہ سے مکحل اور منوّر ہو جاتی ہے اور وہ توحیدِ افعالی وصفات کے تخت پر جلوس فرماتا ہے۔ تب اس قول کے مَاصَنَعَ اللّٰـهُ فَهُوَ خَيْرٌ (اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بنایا ہے وہ خیر ہی خیر ہے)

اور اس فرمان کے بموجب:۔

مَامِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ	کوئی چلنے والا ایسا نہیں جس کی چوٹی اس کے
بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّىْ عَلٰى	قبضۂ قدرت میں نہ ہو بے شک میرا رب
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ [1]	سیدھے راستہ پر ملتا ہے۔

سالک کی نظر میں ہر بات میں خیر ہی ہوتی ہے اور ہر ایک گام پر صراطِ مستقیم ہی کو اختیار کرتا ہے چنانچہ خود اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ

بیت

درطریقت ہرچہ پیش سالک آید خیرادست
براصرط مستقیم اے دل کسی گمراہ نیست

ترجمہ:۔طریقت میں سالک کے سامنے جو کچھ آتا ہے اس کے لئے بہتر ہے۔اے دل صراطِ مستقیم پر چلنے والا کوئی گمراہ نہیں ہوتا۔

بعض افاضل نے اس بیت کو ظاہری معنی پر محمول کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ خواجہ صنع اللہ اور خواجہ حافظ ایک دوسرے کے مصاحب وہم نشین تھے۔کبھی کبھی دونوں حضرات اپنے اپنے اشعار نقد وتبصرہ کے لئے ایک دوسرے کو پیش کرتے تھے چنانچہ **خذماصفاودع ماکدد** (صاف لے لو اور گندہ چھوڑ دو) کے بموجب ایک دوسرے کے معائب شعری کو نہیں بلکہ محاسن شعری کو دیکھتے تھے اور ایک دوسرے کو کبھی کسی نے قباحت سے منسوب نہیں کیا، چنانچہ خواجہ حافظ نے شعر مرقومہ بالا میں خواجہ صنع اللہ کے محاسن شعری کی طرف اشارہ کیا ہے۔ **کماجرٰی علےٰ لسانِهٖ** (جیسا کہ اسکی زبان پر جاری ہوا)

---

[1] پ ۱۲ سورہ ھود ۵۶

http://Ashrafi.org

بیت مغربی

چشم گراین است وابرواین وناز وشیوہ این
الفراق ای زہد وتقویٰ الوداع ای عقل ودین

ترجمہ:۔اگرآنکھ یہی ہے،ابرو یہی ہےاورناز وشیوہ کا یہی انداز ہےتو زہدوتقویٰ تو گیاعقل ودین بھی رخصت ہوگئے۔

یہ بیت حضرت شیخ مغربی کی طرف منسوب ہے۔ جب حضرت شیخ کمال خجندی نے یہ شعر سنا تو فرمایا کہ شیخ مغربی تو ایک بزرگ شخص ہیں وہ ایسا شعر کیوں کہتے ہیں جوتغزل سے بھرپور ہے۔سوائے معنی مجازی کے اس میں اورکوئی قرینہ موجودنہیں ہے۔جب شیخ مغربی تک یہ بات پہنچی توانہوں نے شیخ خجندی کی دعوت کی اورخودان کے لئے کھانا تیارکرنے لگے۔مولانا کمال خجندی بھی جیسا کہ صوفیہ کا طریقہ ہےان کا ہاتھ بٹانے کیلئے باورچی خانے میں پہنچ گئے۔انہوں نے دیکھا کہ مولانا مغربی کھانا پکاتے جاتے ہیں اور یہ شعر پڑھتے جاتے ہیں۔مولانا کمال خجندی کودیکھ کرانہوں نے شعرکی تشریح بیان کرنا شروع کردی اورفرمایا کہ سنو!چشم کوعین کہتے ہیں اوراس سے اشارہ ہےعین قدیم کی طرف جوذات باری تعالیٰ ہےاورابروحاجب ہے۔اس سے مرادحجابِ ذات ہےاورناز وشیوہ سے مرادتجلیات اورارادات پیہم ہیں جوکوفیمیں نظرآتی ہیں تواب زہدوتقویٰ ان تجلیات کے مشاہدہ کے بعدکس طرح باقی رہ سکتا ہے کہ وہ ان تجلیات کا غیراوراس کےسوا ہے۔یہ ہیں اس بیت کے حقیقی معنی۔

بیت

ای ردئ درکشیدہ بہ بازار آمدہ
خلقی بدین طلسم گرفتار آمدہ

ترجمہ:۔اے وہ کہ جونقاب رخ الٹ کر بازار میں آ گیا۔ایک مخلوق ہے جو تیرے سحر میں گرفتار ہوگئی ہے یہ بیت حضرت فریدالدین عطارقدس اللہ سترہ کی ہے مطلب یہ ہے کہ:اے وہ کہ تونے اپنے چہرے پر جوظاہروجود کا پرتو ہےتعینات وجود کی نقاب ڈال لی ہےاوراس میں اپنے چہرے کو چھپالیا ہےاوراسی حال میں بازارظہور میں نکل آیا ہےاورتمام مخلوق اس طلسم صور میں جوتونے اپنے رخسار کی تجلیات سے تیارکیا ہےگرفتار ہے کثرت تعینات متبائنہ اورآثارمختلفہ کی وجہ سے بعدوہجروغفلت وپنداراورغیریت میں مبتلا ہے یا خود پرتوجمال کی سرایت کے باعث وہ چہرہ خوداس نقاب مظاہروصورت جمیلہ عشق ومحبت کی بلا میں گرفتار ہےیعنی بعض عاشق صورت ہیں اوربعض عاشق حقیقت ومعنی ہیں۔

بیت

بیزارم ازان کہنہ خدای کہ توداری
ہرلحظہ مراتازہ خدای دگراست

http://Ashrafi.org

ترجمہ:۔ میں تیرے پرانے خدا سے بیزار ہوں۔ میرا خدا تو ہر لمحہ دوسرا تازہ خدا ہے۔

مندرجہ بالا بیت میں زاہدان حشویہ اور عابدان شرعیہ کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے شرابِ بزمِ توحید سے ایک جرعہ بھی نہیں پیا ہے اور نہ رندان تفرید کے کباب کا ایک ٹکڑا چکھا ہے اور ان کا عقیدہ بس وہی "**اقرار باللسان وتصدیق بالقلب**،، (زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق) اور اسی کلمہ پر قائم و متمکن ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو زلال تجلیات الٰہی اور واردات لامتناہی کے عطیات سے سیرابی حاصل نہیں ہوتی (ان کرامتوں اور نعمتوں سے محروم ہیں) جبکہ سالکان طریقت ہر لحظہ اور ہر دم **وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ** [۱] (وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو) کی شراب سے سرشار ہیں اور **فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ** [۲] (تم جہاں کہیں یا جس طرف بھی دیکھو گے وہاں جمالِ الٰہی موجود ہے) کی سرسبزی اور شادابی سے بہرہ ور اور مستفید ہیں (یعنی ہر لحظہ اور ہر جگہ ان کے سامنے تجلی الٰہی پر تو فگن ہے)

چونکہ ان زاہدوں اور عابدوں کو اس شراب سے وصول عرفان کا موقع حاصل نہیں ہوا اور حصول وجدان کی سرخوشی اور سرمستی میسر نہیں ہوئی ہے اسلئے وہ ہمیشہ شرک خفی کے خمار میں گرفتار ہیں اور نشاء وحدت کا ان میں کوئی اثر نہیں ہے۔

بیت

کسی کو ماند در صحرائ طامات

چہ داند ذوق مستان خرابات

ترجمہ:۔ جو صحرائے طامات (حادثۂ عظیم و بلائے سخت) میں پھنس کر رہ گیا ہے وہ مستان خرابات کے ذوق کو کیا جانے؟

ہم اللہ سے اس کی پناہ چاہتے ہیں۔ پس مست شراب توحید کے لئے یہ ضروری ہوا کہ وہ ایسی طعن آمیز اور سخت بات کہیں اسلئے کہ بہت سے ایسے لوگ جو دولت شہود سے محروم اور شوکت وجود سے مہجور تھے، اصحاب وصول کی اس سرزنش اور ارباب حصول کی تحریص سے ہوشیار ہو کر حریم عرفان اور گلستان وجدان تک پہونچ گئے ہیں۔

---

[۱] پارہ ۲۷ سورہ حدید۴ [۲] سورہ بقر ۱۱۵

http://Ashrafi.org